محمد عمر فاروق

وزیراعظم کا قومی ایجنڈا
سردار فاروق لغاری اور انگریز کی عطاء کردہ جاگیریں

۱۱جون ۱۹۹۸ء کی تقریر میں وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے قومی ایجنڈا پیش کرتے ہوئے قوم اور ملک سے غداریوں کے عوض انگریز کی جاگیرداروں کو بخشی ہوئی زمینوں کو ضبط کرنے اور انہیں کاشتکاروں میں تقسیم کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ جن کا ہر طبقے نے خیر مقدم کیا ہے اللہ کرے کہ وزیراعظم اپنے عزم کو عمل میں بدلنے کی سعی بھی کریں۔

وزیراعظم کی تقریر کے چند روز بعد سابق صدر سردار فاروق احمد خان لغاری کا یہ بیان اخبارات کی زینت بنا کہ ''کسی لغاری نے انگریز سے کوئی جاگیر حاصل نہیں کی۔'' مجھے اس بیان پر پہلے حیرت ہوئی کہ فاروق لغاری جن کے زہد و تقویٰ اور شب بیداریوں کی روایات ان کے حلقے بیان کرتے نہیں تھکتے۔ وہ بھی اتنی دیدہ دلیری اور سینہ زوری سے جھوٹ بول سکتے ہیں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اب تو وہ ایک نومولود سیاسی جماعت ملت پارٹی کے بانی و سربراہ بن چکے ہیں۔ اس لئے اب ان سے کچھ بھی بعید نہیں۔

جناب والا! تاریخ کسی کا لحاظ نہیں کرتی اور حقائق کی تلخیاں اتنی شدومد سے سامنے لاتی ہے کہ پھر اس سے انکار کرنے اور مفر ہونے کا دم باقی نہیں رہتا۔ آج کی ملاقات میں صرف ایک ہی اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ جسے جناب فاروق لغاری کسی صورت جھٹلا نہیں سکتے۔ معروف انگریز مصنف سر لیپل گریفن کی مشہور زمانہ کتاب ''تاریخ رؤسائے پنجاب'' کے حوالے کو جناب اے۔ آر شبلی مرحوم نے اپنی کتاب ''پاکستان کے دیہہ خدا'' کے صفحہ ۹۶،۹۵ پر نقل کیا ہے کہ

''۱۸۴۸ء میں جب ایڈورڈس نے ڈیرہ غازیخان پر حملہ کیا تو لغاریوں نے سکھوں کا ساتھ دیا۔ لیکن کھوسے اور گورچانی انگریز کے حامی بن گئے۔ جلال خان لغاری سندھ سا گردو آب میں مولراج سے جا ملا اور پانچ سو قبائلیوں کی امداد اسے بہم پہنچائی۔ لیکن ایڈورڈس نے ڈیرہ غازیخان پر قبضہ کر لیا اور کھوسوں نے لغاریوں کو شکست دے دی۔ اس موقع پر ایک لغاری سردار جلال خان نے ۸۰ آدمی لے کر انگریزوں کی اطاعت کا اعلان کر دیا۔ لیکن کھوسوں کی موجودگی میں ان کو وہ عزت نہ مل سکی جو وہ چاہتے تھے۔ تاہم جلال خان نہروں کا ٹھیکیدار بن گیا۔ اس نے پٹھان قبائلیوں کو مزدوروں کے طور پر بھرتی کر کے بہت سی نہریں کھودیں اور خوب روپیہ کمایا۔ اسے مجسٹریٹ کے اختیارات بھی دے دیئے گئے۔ لیکن نہروں کے معاملہ میں وہ بدمعاملہ ہی ثابت ہوا۔ اس لئے اس کے یہ اختیارات چھین لئے گئے۔ تاہم اس نے جوش و خروش کے ساتھ انگریزوں کی

خدمت کی اور ۱۸۵۷ء میں سر رابرٹ سنڈیمن کے ساتھ قلات کی مہم بھی سر کی۔ جس سے خوش ہو کر انگریزوں نے نہ صرف مجسٹریٹ کے اختیارات لوٹا دیئے۔ بلکہ اسے نواب کا خطاب بھی دیا۔ ۱۸۸۱ء میں اس نے حج کر لیا۔ لیکن ابھی اپنے گاؤں "چوٹی" واپس نہیں پہنچا تھا کہ ڈیرہ غازیخان ہی میں فوت ہو گیا۔
نواب جلال خان کے بعد محمد خان اور پھر جمال خان نے جاگیر کے انتظام سنبھالے۔ ورثاء میں جھگڑا اٹھا تو سرداروں کی ایک کانفرنس بلائی گئی۔ جس میں سردار بہرام خان، سردار جلاب خان اور خان بہادر جند وڈا خان شامل تھے۔ انہوں نے دین محمد کے حق میں فیصلہ دیا۔ جاگیر پر اس وقت تک بے شمار قرضہ ہو گیا تھا۔ دین محمد خان لغاری نے ڈپٹی کمشنر کی نگرانی میں تمام بقائے صاف کیے جس کے بعد اس کے اعزازات میں خاص اضافہ ہوا۔ رفتہ رفتہ اس خاندان کو انعاموں، پنشنوں، اور معاوضوں کے علاوہ کئی دیہات کی جاگیر بھی ملی سردار جمال خان کے زمانے تک آمدنی کا اندازہ پینسٹھ ہزار روپیہ تھا لیکن اس کے بعد اس میں بہت سا اضافہ ہوا۔"

مندرجہ بالا آخری سطور کو دوبارہ مطالعہ فرمایئے کہ لغاری خاندان کو انگریز سرکار سے نہ صرف انعامات، پنشن اور معاوضے بلکہ کئی دیہات کی جاگیر بھی عطاء ہوئی۔
ایک سردار فاروق لغاری کے خاندان پر ہی کیا موقوف ہے۔ پاکستان کے جاگیرداروں کی اکثریت فرنگیوں کی دہلیز پر جبہہ سائی کرتی رہی اور وہ اپنے ہی ہم وطنوں سے غداریوں کے نتیجے میں اعزازات و انعامات اور جاگیروں کے تحائف سے ہمکنار ہوئی۔ ایک طرف مسلمان عوام انگریز سامراج کے خلاف مصروف جہاد تھے اور دوسری طرف انگریز کے حاشیہ بردار ٹوڈی اور غداران وطن تحریک آزادی کو کچلنے اور غلامی کی سیاہ رات کو طویل تر کرنے کے لئے اپنے فرنگی آقا سے نمک حلالی کرتے ہوئے بے جان، ضعیف و نہتے مجاہدین آزادی کے لاشے گرانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں مصروف تھے۔ ایک نظر ذرا پیچھے مڑ کر دیکھئے کہ ان کا یہ مذموم کردار تو سکھ دور سے جاری تھا۔ صرف ایک مثال ملاحظہ کیجئے۔ کہ تحریک مجاہدین بالا کوٹ کے سرخیل امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید بریلوی اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید جب پشاور سے بالا کوٹ آئے تو کوٹ فتح خان (ضلع اٹک) اور پنڈی گھیب کے دو مسلمان جاگیردار مال و زر کے لالچ میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریک کو کچلنے کے لئے سکھوں کے دست و بازو بنے تھے۔ ۱۸۲۷ء میں ملک غلام محمد نے عطر سنگھ اور بدھ سنگھ سندھا" والیہ کی زیر کمان اٹک کے نزدیک اکوڑہ کے مقام پر اور راے محمد خان ۱۸۳۰ء میں شہزادہ شیر سنگھ اور جنرل ونتورا کی قیادت میں سید احمد شہید کے خلاف جنگ لڑے۔ یہ اور بات ہے کہ آخر کار ان دونوں بدبخت مسلمان جاگیرداروں کا اپنا انجام بھی عبرتناک ہوا۔ جس کی الگ تفصیل ہے۔
سکھا شاہی اور انگریزی دور میں دونوں حکمرانوں نے اپنے پالتو ایجنٹوں کو جی بھر کر نوازا۔ کہ جاگیریں اور مربعے انہوں نے اپنے پیچھے سے تھوڑا دیئے ہوئے رکھے کر وہ کنجرسی کا مظاہرہ کرتے۔ ہندستان بر قابض اور

مسلط ہو کر انہوں نے اس سرزمین کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا تھا۔ مال و دولت بھی ہندوستانیوں ہی کی تھی۔ لہٰذا وہ اپنے درباری اور جھولی چک غلاموں کو کمال فیاضی سے سیم و زر اور زمینوں سے لاد دیتے تھے۔ اور یہ وفادار حرص و آز کی خاطر بڑھ چڑھ کر اپنی خدمات حضور فرنگ پیش کرتے تھے۔ انہی حاشیہ نشینوں کے بل بوتے پر ہی چند ہزار انگریزوں نے برسوں چالیس کروڑ ہندوستانیوں پر اپنے تسلط و اقتدار اور جبر و استبداد کا طنطنہ برقرار رکھا۔

جبکہ آزادیٔ وطن کا نعرۂ حق بلند کرنے والے سرمستانِ وفا اور دیوانگانِ راہ ایثار و وفا کی چمڑیاں ادھیڑ دی گئیں۔ ان کے گھر خاکستر اور جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ خاندان کے خاندان گولیوں سے بھون ڈالے گئے۔ اور پس ماندگان راہ عزیمت کو کالے پانی ایسی دور افتادہ اور اذیت ناک جیلوں میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کے لئے ڈالا جاتا رہا۔ لیکن قربان جائیے ان فرزندانِ حق و صداقت کے! کہ انہوں نے آزادیٔ وطن کی خاطر بڑی سے بڑی مصیبت کو بصد شوق اپنے بے جان جسموں پر لیا۔ مگر سطوت فرنگ کو کبھی خاطر میں نہ لائے۔ یہ ان کی بے مثال قربانیوں اور...... صبر آزما جدوجہد کا ہی نتیجہ ہے کہ آج وطن عزیز کے کروڑوں مسلمان آزاد ہیں۔ اور ان کی بے لوث جدوجہد کے صدقے میں ہندوستان آزاد ہوتے ہی عالم اسلام پر بھی فرنگی شاطروں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

لیکن کیا یہ امر قابلِ صد افسوس و باعث ندامت و شرمساری نہیں ہے کہ ان قافلۂ حریت کے سالاروں کو جان بوجھ کر فراموش کر دیا گیا اور وہ لوگ ہمارے ہیرو بن بیٹھے جو شریک منزل نہ تھے۔ بلکہ وہ خود اور ان کے اجداد انگریز کے قدیمی زلہ خوار تھے۔ اگر کسی کو فرصت ہو تو ملتان کے سید اولاد علی گیلانی کی کتاب "مرقع ملتان" (مطبوعہ ۱۹۴۴ء) کا ضرور مطالعہ کرے۔ جس میں مصنف نے انگریزوں کی تعریف و مدح کے علاوہ گیلانی خاندان کی انگریزی خدمات کو اس یقین و رسائیت کے پیرائے میں گنوایا ہے کہ گویا اب انگریز کبھی ہندوستان سے نہیں جائے گا اور اس کا اقتدار ان کے سروں پر سدا سلامت رہے گا۔

محترم فاروق لغاری اگر انگریز کی عطاء کردہ جاگیروں سے انکار کی بجائے از خود انہیں مزارعین میں تقسیم کر دینے کی قابل تقلید مثال قائم کرتے تو یقین جانیے کہ وہ ایک تاریخی باب اپنے ہاتھوں رقم کر سکتے تھے۔ لیکن یہ تو پروردگار کی اپنی دین ہے۔ کہ وہ جسے چاہے دے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ سوشلزم، کمیونزم اور پرولتاریت کے بلند بانگ دعوے ہمارے ہاں صرف عوام کو فریب دینے کے لئے کئے جاتے رہے ہیں۔ ۔ نظام زمین کی ذاتی ملکیت کے خلاف ہیں۔ جبکہ ان کے نام لیواؤں کی ذاتی زمینوں کا شمار کسی کے بس میں نہیں ہے۔ جناب عبداللہ ملک پاکستان میں کمیونسٹ پارٹی کے سربراہ رہے ہیں۔ جبکہ ان کی اپنی کوٹھی ماڈل ٹاؤن لاہور میں کئی کنال اراضی پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ ایک درمیانے طبقے کے کمیونسٹ لیڈر ہیں۔ وڈیروں کی جائیداد کا عالم کون کرے گا۔

ذاتی جاگیر کو مزارعین میں تقسیم کرنے کی صرف ایک مثال میری نظر میں ہے۔ ماضی مرحوم کے معروف سیاسی رہنما صوفی اللہ داد خان مرحوم رئیس اعظم عیسیٰ خیل جو قومی تحریکات میں احرار رہنما مولانا گل شیر خان شہید کے شریک کار رہے۔ آپ خاندانی رئیس تھے۔ مگر فطری حریت پسندی کی وجہ سے انگریز دشمنی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے جب مزارعین کے ساتھ حیوانوں جیسا سلوک ہوتے دیکھا تو ان کی فطری انسان دوستی اور دین دارانہ طبیعت اسے برداشت نہ کرسکی اور انہوں نے اپنی جاگیریں کا اکثر حصہ غریب مزارعین میں بانٹ دیا۔ رئیس اللہ داد خان کے علاوہ کون ایسا مردِ جلیل ہے جو ایسی سچی قومی و دینی ہمدردی کا مظاہرہ کرسکا ہو!۔

جاگیرداروں کی زمینوں کی بحق سرکار ضبطی ضرور ہونی چاہیے۔ انہی جاگیروں کی بدولت یہ ظالم وڈیرے لاکھوں مزارعین کی زندگیوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ اور کروڑوں ہم وطنوں کی گردنوں پر سوار ہیں اور عوام کی نام نہاد نمائندگی کے دعوے کے سہارے سالانہ اربوں روپے کے قرضے، کمیشن اور قومی خزانے سے بھاری رقوم ہڑپ کرکے قوم اور ملک کو عالمی اداروں کے آہنی شکنجے میں کستے جارہے ہیں۔

ان جاگیروں، ذاتی سرمائے اور تمام ملکیتی اثاثوں کی چھان بین کر کے قومی خزانے کو پہنچائے جانے والے نقصانات کو ان کے اثاثہ جات فروخت کر کے پورا کیا جائے۔ بہت کم ایسے جاگیردار اس ملک میں بستے ہیں جو کسی حد تک ذاتی زمینوں کی ملکیت کے مدعی ہیں۔ ورنہ یہاں کی اکثریت عوام الناس کی لوٹی ہوئی زمینوں پر قابض ہے۔ جس کا قبضہ انہیں انگریز بہادر نے دیا تھا۔

۱۹۴۸ء میں مسلم لیگ کی زرعی کمیٹی نے ان جاگیروں کی تحقیق کے بعد اپنی رپورٹ ان الفاظ میں پیش کی تھی کہ ''بڑے بڑے زمینداروں کے حقوق ملکیت کا جائزہ لیا جائے تو شاید کوئی بھی اپنا دعویٰ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے کی تاریخ کا ثابت نہ کرسکے''

اے آر شبلی مرحوم کا کہنا تھا کہ:

''میں نے کھوج لگایا تو معلوم ہوا کہ یہ دعویٰ بھی قومی اخلاق کے کسی تقاضے پر پورا نہیں اترتا۔ اکثر بڑے زمیندار ہندوؤں اور سکھوں کی اولاد ہیں۔ جنہوں نے اپنی لوٹ مار کے سلسلہ میں پاکستان کے اصل باشندوں کو مار بھگایا اور ان کی زمینوں پر قابض ہوگئے۔ بعد میں اگر یہی لوگ انگریزی راج کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے پیش پیش رہے تو اس پر تعجب نہیں ہوسکتا۔ ان میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا ہی کب ہوا تھا کہ ان سے ملک و قوم کی خاطر مرمٹنے اور اعزاز و خطابات قبول نہ کرنے کی توقع رکھی جاسکتی''۔